بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہِ شعبان المعظم سے متعلق چند سوالات اوران کے جوابات:

پہلے زمانہ میں ہمارے ہاں جنوبی افریقہ میں علمائے کرام اورحفاظ کی قلت تھی، اب الحمدللہ تعالیٰ علمائے کرام کی کثرت ہے،شعبان کے بارے میں مختلف علمائے کرام عوام کوالگ الگ باتیں بتلاتے ہیں۔شعبان المعظم کامہینہ شروع ہوتے ہی سوال وجواب اور بحث ومباحثہ کابازارگرم ہوجاتاہے،شعبان کے بارے میں جوسوالات وجوابات یابحث ومباحثہ چلتارہتاہے، میں ان سوالات کوآپ کی خدمت میں پیش کرتاہوں امید ہے کہ تسلی بخش جوابات سے مطمئن فرمائیں گے:

سوال ۱: شعبان المعظم کے بارے میں مشہور ہے کہ اس میں لوگوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اوراللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں؛ کیایہ بات صحیح ہے؟ اگرصحیح ہوتو پیروجمعرات کے بارے میں بھی سناگیاہےاورصبح اورعصر کے بارے میں بھی روایت سنی ہے۔کیایہ سب روایات صحیح ہیں یا بعض صحیح ہےاوربعض ضعیف ہے؟اوران میں کونسی بات صحیح ہے؟

الجواب: کتبِ حدیث کی ورق گردانی سے پتاچلتاہے کہ تینوں قسم کی روایات مروی ہیں،سب ثابت اورقابل استدلال ہیں؛ پہلی قسم کی وہ احادیث جن میں یہ بات موجودہے کہ شعبان کے مہینہ میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے؛مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

عن أسامة بن زيد ، قال: قلت: يا رسول الله ! رأيتک تصوم في شعبان صوماً لا تصومه في شيء من الشهور ، إلا في شهر رمضان ؟ قال: ذلک شهر يغفل الناس عنه ، بين رجب وشهر رمضان، ترفع فيه أعمال الناس، فأحب أن لا يرفع لي عمل إلا وأناْ صائم .

قال الشيخ محمد عوامة: رواه المصنف في مسنده (١٦٦) **بهذا الإسناد، ورواه أحمد** (٥/٢٠١)**، مطولاً ، والنسائي مختصراً** (٢٦٦٦) **من طريق ثابت بن قيس، عن أبي سعيد، عن أسامة بن زيد دون ذكر أبي هريرة ﷛ . وروى طرفاً آخر منه: النسائي** (٢٦٦٨) **من طريق زيد بن الحباب ، به وفيه : عن أبى هريرة ﷛ ، عن أسامة ، وإسناده حسن من أجل ثابت بن قيس .**
(مصنف ابن أبي شيبة مع التعليقات:٦/٣٣٧/٩٨٥٧،ط:المجلس العلمى).

قال الشيخ شعيب الأرنؤوط: إسناده حسن . (التعليقات على مسند أحمد ،رقم: ٢١٨٠١).

دوسری قسم؛ وہ روایت جس میں پیروجمعرات کاتذکرہ موجودہے: ملاحظہ ہو:

أخرج الإمام مسلم عن أبي هريرة ﷛ عن رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم قال: تعرض أعمال الناس في كل جمعة مرتين يوم الاثنين ويوم الخميس فيغفر لكل عبد مؤمن إلا عبداً بينه وبين أخيه شحناء ...الخ. (صحيح مسلم، رقم:٢٥٦٥،باب النهى عن الشحناء والتهاجر).

یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ دیگرکتبِ احادیث میں بھی منقول ہے۔

تیسری قسم؛ وہ روایت جس میں روزانہ کی پیشی کاذکرہے: ملاحظہ ہو:

أخرج الإمام مسلم عن أبي موسى رضي الله عنه قال: قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم بأربع ان الله لا ينام ولا ينبغى له أن ينام يرفع القسط ويخفضه ويرفع إليه عمل النهار بالليل وعمل الليل بالنهار .(صحيح مسلم ،رقم: ۱۷۹).

یہ روایت کئی کتبِ حدیث میں مذکور ہے۔

تینوں روایات کے مابین تطبیقات ملاحظہ کیجیے:

۱۔بعض شراح فرماتے ہیں اعمال کی تفصیلی پیشی روزانہ ہوتی ہے، پھراس کا خلاصہ ہفتہ واری پیر،جمعرات کو پیش ہوتا ہے،اوراجمالی پیشی ماہِ شعبان المعظم میں ہوتی ہے۔مطلب یہ ہے کہ ہفتہ میں دودن: پیر،جمعرات میں ہفتہ کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہےاورسال بھرکا خلاصہ شعبان میں پیش کیا جاتا ہے جیسے کوئی مالدارآدمی کسی ملازم کوزکوٰۃ دینے کاوکیل بنادے تو جوروزانہ دیتا ہے وہ مخدوم کے سامنے روزانہ پیش کرتا ہے پھر ہفتہ میں دومرتبہ ہفتہ کا خلاصہ پیش کرتا ہے پھرسال بھرکی زکوٰۃ کا مجموعہ سال کے بعدپیش کرتا ہے۔

۲۔بعض علماءفرماتے ہیں کہ انسانی اعمال کی مختلف قسمیں ہیں؛تو ممکن ہے کہ بعض مخصوص اعمال کی پیشی سالانہ،ماہِ شعبان میں ہوتی ہو،اورکچھ خاص اعمال پیرو جمعرات میں پیش ہوتے ہوں،اورکچھ خاص نوعیت والے روزانہ پیش ہوتے ہوں۔مثلاً: ممکن ہے کہ نمازوں کی پیشی روزانہ ہواور نفلی روزوں کی پیر،جمعرات کوہواورسال میں مہینوں کا خلاصہ ہو،کہ رمضان،شوال،ذی الحجہ،محرم،رجب وغیرہ کیسے گزرے۔

۳۔اعمال کی پیشی تین مرتبہ ہوتی ہے یومیہ،ہفتہ واری اورسالانہ اور ہرایک پیشی میں خاص حکمت ہوتی ہے جس کواللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں۔مثلاً: یہ حکمت ہوسکتی ہے کہ اللہ والوں کی تعریف روزانہ اور ہفتہ واراورسالانہ، بار بار ہوجائے اور شیطان کے پھندے میں گرفتارلوگوں کی مذمت بار بار ہوجائے جیسے کسی محسن کی تعریف روزانہ،ہفتہ واراورسالانہ ہوتی ہے۔

۴۔ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یومیہ اعمال جمع کیے جاتے ہیں اور ہفتہ میں دودن: پیرو جمعرات پیش کیے جاتے ہیں۔

شراحِ حدیث کی عبارات ملاحظہ فرمائیں: ملاعلی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں:

تعرض الأعمال أى على الملك المتعال يوم الاثنين والخميس...فأحب أن يعرض عملي وأناْ صائم أى طلباً لزيادة رفعة الدرجة ، قال ابن الملك: وهذا لا ينافي قوله عليه الصلاة والسلام يرفع عمل الليل قبل عمل النهار وعمل النهار قبل عمل الليل للفرق بين الرفع والعرض لأن الأعمال تجمع فى الأسبوع وتعرض في هذين اليومين...قال ابن حجر: ولا ينافي هذا رفعها في شعبان فقال: إنه شهر ترفع فيه الأعمال وأحب أن يرفع عملي وأناْ صائم لجواز رفع أعمال الأسبوع مفصلة وأعمال العام مجملة ، قلت: وفيه إيماء إلى أن شعبان آخر السنة وإن أولها رمضان عند الله باعتبار الآخرة كما قدمناه في حديث تزخرف الجنة لرمضان من أول الحول والذي يلوح لي الآن أن ليلة النصف هي التي تعرض فيها أعمال السنة الماضية (مرقاة المفاتيح :۱۴۲/۴ ،باب صيام التطوع).

قال السندي في حاشيته على المسند : قال الشيخ عزالدين : معنى العرض هنا: الظهور ، وذلك أن الملائكة تقرأ الصحف في هذين اليومين . وقال الشيخ ولي الدين: إن قلت: ما معنى هذا مع ماثبت فى الصحيحين ، إن الله تعالىٰ يرفع اليه عمل الليل قبل عمل النهار و بالعكس؟ قلت: يحتمل أن أعمال العباد تعرض على الله تعالىٰ كل يوم ، ثم تعرض عليه أعمال الجمعة في كل اثنين وخميس، ثم تعرض عليه أعمال السنة في شعبان ! فتعرض عرضاً بعد عرض، ولكل عرض حكمة يطلع عليها من يشاء من خلقه أو يستأثر بها عنده مع أنه تعالىٰ لا يخفى عليه من أعمالهم خافية ، ويحتمل أن الأعمال تعرض فى اليوم تفصيلاً ، ثم فى الجمعة أو بالعكس ، انتهى. (تعليقات الشيخ شعيب على سنن ابى داود: ۲۷۶/۷/ ۲۹۱۶).

وفی المرقاة للملا علي القاري: ولا ينافيه رفعها كل يوم أعمال الليل بعد صلاة الصبح وأعمال النهار عند صلاة العصر وكل يوم اثنين وخميس لأن الأول رفع عام لجميع ما يقع فی السنة والثاني: رفع خاص لكل يوم وليلة ، والثالث : رفع لجميع ما يقع فی الأسبوع وكان حكمة تكرير هذا الرفع مزيد تشريف الطائعين وتقبيح العاصين . (مرقاة المفاتيح :۳/۹۷۴ ،باب قيام شهر رمضان). والله سبحنه وتعالیٰ أعلم بالصواب .

سوال نمبر۲: شعبان کے بارے میں یہ سنا ہے کہ شعبان میں یا شعبان کی پندرہویں رات میں یہ لکھا جاتا ہے کہ کون اس سال کے آخر تک زندہ رہے گا اور کس کا انتقال ہوگا، کیا یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: جمہور مفسرین کے نزدیک تقدیر کے فیصلے شبِ قدر میں انجام پاتے ہیں، اور صحیح احادیث بھی اسی کی طرف مشیر ہیں، اور شبِ قدر ماہِ رمضان المبارک میں ہوتی ہے، لیکن بعض احادیث میں شبِ براءت میں ان امور کے انجام پانے کا ذکر آیا ہے تو علمائے کرام نے مختلف توجیہات اور تطبیقات بیان فرمائی ہیں؛ چند حسبِ ذیل ملاحظہ کیجیے:

۱۔ تقدیر کے فیصلے کائنات کی تخلیق سے ۵۰ ہزار سال پہلے ہو چکے ہیں، لیکن ایک سال کے لیے فیصلے پندرہویں شعبان میں اجمالاً الگ کر کے اور لیلۃ القدر میں تفصیلاً الگ کر کے فرشتوں کے حوالے کیے جاتے ہیں۔

۲۔ پندرہویں شعبان میں اِن امور کے فیصلے ہوتے ہیں اور ان کے دستاویز شبِ قدر میں فرشتوں کے سپرد کیے جاتے ہیں۔

۳۔ شبِ براءت میں موت وحیات وارزاق کے فیصلے ہوتے ہیں اور شبِ قدر میں دیگر خیر وبرکت اور سلامتی والے امور کے فیصلے ہوتے ہیں۔

۴۔ شبِ براءت میں موت وحیات کے فیصلے ہوتے ہیں اور شبِ قدر میں اظہارِ دین اور مسلمانوں کے اجتماعی مفادات کے فیصلے ہوتے ہیں۔

۵۔ شبِ براءت میں دنیوی امور کے اور شبِ قدر میں اُخروی امور کے فیصلے ہوتے ہیں، یا اس کے برعکس۔

۶۔ شبِ براءت میں لوحِ محفوظ سے نقل کی ابتدا ہوتی ہے اور شبِ قدر میں اختتام ہوتا ہے۔

۷۔ شبِ قدر میں تقدیر کے فیصلے کے بارے میں آیات اور احادیث ظاہر اور مشہور ہونے کی بنا پر لیلۃ البراءت والی روایات پر راجح اور قرآنِ کریم کے موافق ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إنا أنزلناه في ليلة مباركة إنا كنا منذرين، فيها يفرق كل أمر حكيم، أمراً من عندنا، إنا كنا مرسلين﴾، اس آیت میں قرآنِ کریم کا نزول لیلۃ مبارکۃ میں بیان کیا گیا اور دوسری آیت میں ﴿شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن﴾ میں قرآنِ کریم کا نزول رمضان میں ہے اور اس میں ﴿فيها يفرق كل أمر حكيم﴾ آیا ہے، یعنی سالانہ فیصلے الگ کیے جاتے ہیں۔

شبِ براءت سے متعلق چند احادیث درجِ ذیل ملاحظہ فرمائیں:

مسند ابی یعلی الموصلی میں روایت ہے:

۱ . عن أبي هريرة ﷺ : أن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها حدثتهم أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصوم شعبان كله قالت: قلت: يارسول الله ! أحب الشهور إليک أن تصومه شعبان قال: إن الله يكتب على كل نفس ميتة تلك السنة فأحب أن يأتيني أجلي وأناْ صائم . (مسند ابی یعلی :۸/۳۱۱/۴۹۱۱). وبهامشه قال حسين سليم أسد : إسناده ضعيف؛ لضعف سويد بن سعيد ، وطريف هو ابن دفاع ترجمه البخاری فی التاريخ: ۳۵۶/۴، ولم يورد فيه لا جرحاً ولا تعديلاً ، وتبعه على ذلک ابن أبي حاتم فی الجرح التعديل: ۴۹۴/۴، ونقل الذهبی عن العقيلی أنه لينه ، ووثقه ابن حبان. وذكره الهيثمی فی مجمع الزوائد: ۱۹۲/۳ ، وقال : قلت: فی الصحيح

طرف منه ، رواه أبو يعلى، وفيه مسلم بن خالد الزنجي، وفيه كلام وقد وثق ، والحديث فى المقصد العلى برقم : (۵۴۰) وانظر: الأحاديث: ۴۶۳۳، ۴۷۵۱، ۴۸۶۰). ومع هذا كله حسن إسناده المنذى فقال: رواه أبويعلى، وهو غريب ، وإسناده حسن. (۲/۷۹).

۲. في ليلة النصف من شعبان يوحى الله إلى ملك الموت بقبض كل نفس يريد قبضها فى تلك السنة . أخرجه الدينوري فى المجالسة عن راشد بن سعد مرسلاً . حديث ضعيف . (الجامع الصغير، رقم: ۵۹۶۴).

۳. أخرج الخطيب في تاريخه (۴/۴۳۶/۲۳۳۹) قال اخبرنا محمد بن أحمد بن رزق (ثقة)، حدثنا أبوالحسين عبد الصمد بن على بن محمد(ثقة) حدثنا أحمد بن محمد بن حميد المقرى(ليس بالقوى) حدثنا أبوبلال الأشعرى (ضعيف) حدثنا عامر بن سياف اليمامي(مختلف فيه) عن يحيى بن أبى كثير(ثقة، يدلس) عن أبي سلمة عن عائشةؓ أم المؤمنين قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم شعبان كله حتى يصله برمضان ولم يكن يصوم شهراً تاماً إلا شعبان فإنه كان يصومه كله، فقلت يارسول الله! إن شعبان لمن أحب الشهور إليك أن تصومه فقال: نعم ، يا عائشة إنه ليس نفس تموت في سنة إلا كتبت أجلها في شعبان وأحب أن يكتب أجلي وأنا في عبادة ربي وعمل صالح .

۴. قال عطاء بن يسار: إذا كانت ليلة النصف من شعبان دفع إلى ملك الموت صحيفة فيقال: اقبض في هذه السنة من في هذه الصحيفة قال: فإن العبد ليغرس الغراس وينكح الأزواج ويبنى البنيان وأن اسمه في تلك الصحيفة وهو لا يدري . (إحياء علوم الدين:۱/۲۷۱، والدرالمنثور:۷/۴۰۲، وإسناده مرسل ضعيف، وحسن البيان،ص۲۳،وعبدالرزاق في مصنفه ۷۹۲۵،وفيه رجل مجهول).

۵. عن عطاء بن يسار قال: لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم في شهر أكثر صياماً منه في شعبان، وذلك أنه تنسخ فيه آجال من يموت فى السنة . (مصنف ابن أبي شيبة :۶/۳۳۷/۹۸۵۷). قال الشيخ محمد عوامة: هذا حديث مرسل، وفيه يزيد بن هارون، وهو ممن روى عن المسعودى بعد اختلاطه...وقد روى عبد الرزاق (۷۹۲۵) عن ابن عيينة ، عن مسعر،عن رجل، عن عطاء بن يسار موقوفاً عليه ، قال: تنسخ فى النصف من شعبان الآجال... وفيه : الرجل المبهم ، ومثله لا يقال بالرأى ، وفى الباب أحاديث وآثار أخرى تنظر أول تفسير سورة الدخان من الدر المنثور [۷/۳۹۹ـ۴۰۵،ط:دارالفكر]. (التعليقات على المصنف لابن أبي شيبة: ۶/۳۳۷، ط:المجلس العلمى).

روح المعانی میں علامہ آلوسیؒ نے تطبیق فرمائی ہے؛

قال بعض الأجلة كون التقدير في هذه الليلة يشكل عليه قول كثير إنه ليلة النصف من شعبان وهي المراد بالليلة المباركة التي قال اللّٰه تعالىٰ :﴿ فيها يفرق كل أمر حكيم ﴾ وأجاب بأن ههنا ثلاثة الأول: نفس الأمور أى تعيين مقاديرها وأوقاتها وذلك فى الأول والثاني إظهار تلك المقادير للملائكة عليهم السلام بأن تكتب فى اللوح المحفوظ وذلك في ليلة النصف من شعبان والثالث: إثبات المقادير في نسخ وتسليهما إلى أربابها من المدبرات فتدفع نسخة الأرزاق والنباتات والأمطار إلى ميكائيل عليه السلام ونسخة الحروب والرياح والجنود والزلازل والصواعق والخسف إلى جبريل عليه السلام ونسخة الأعمال إلى إسرافيل عليه السلام ونسخة المصائب إلى ملك الموت وذلك في ليلة القدر وقيل: يقدر في ليلة النصف الآجال والأرزاق وفي ليلة القدر الأمور التي فيها الخير والبركة والسلامة وقيل: يقدر في هذه ما يتعلق به إعزاز الدين وما فيه النفع العظيم للمسلمين وفي ليلة النصف يكتب أسماء من يموت ويسلم إلى ملك الموت واللّٰه تعالىٰ أعلم بحقيقة الحال . (روح المعانى:۳۰/۱۹۲ . وكذا فى السراج المنير : ۴/۴۱۶،ط: دارالكتب العلمية بيروت).

وروى أبو الضحى عن ابن عباس ﷺ إن الله عزوجل يقضى الأقضية في ليلة النصف من شعبان ويسلهما إلى إربابها في ليلة القدر. (الكشف والبيان: ۲۴۸/۱۰). وفى السراج المنير: وهذا يصلح أن يكون جمعاً بين القولين في قوله تعالىٰ: ﴿ فيها يفرق كل أمرحكيم ﴾ فإنه قيل فيها: إنها ليلة النصف من شعبان، وقيل: ليلة القدر وحينئذٍ لا خلاف. (وكذا في تفسير السراج المنير: ۴۱۴/۳).

وفيه أيضاً: وروى: أن الله تعالىٰ أنزل القرآن من اللوح المحفوظ في ليلة البراء ة ووقع الفراغ في ليلة القدر. (السراج المنير: ۴۵۹/۳).

شیخ عبداللہ بن محمد بن الصدیق الغماری ۸، احادیث نقل کرنے کے بعد تطبیق فرماتے ہیں:

ولك أن تسلك طريقة الجمع بما رواه أبو الضحى عن ابن عباس ﷺ قال: إن الله يقضى الأقضية في ليلة النصف من شعبان ويسلمها إلى إربابها في ليلة القدر، وحاصل هذا يقضي ما يشاء فى اللوح المحفوظ ليلة النصف من شعبان فإذا كان ليلة القدر سلم إلى الملائكة صحائف بما قضاه فيسلم إلى ملك الموت صحيفة الموتى وإلى ملك الرزق صحيفة الأرزاق و هكذا كل ملك يتسلم ما نيط به، وفي قوله تعالىٰ: ﴿ فيها يفرق كل أمر حكيم ﴾ أشار إلى هذا والله أعلم حيث قال: يفرق و لم يقل يقضي أو يكتب والفرق: التمييز بين الشيئين فالآية تشير إلى أن المقضيات تفرق ليلة القدر بتوزيعها على الملائكة الموكلين بها، أما كتابتها وتقديرها فهو حاصل في ليلة نصف شعبان كما فى الأحاديث المذكورة وبهذا يجمع شمل الأقوال المتضاربة في هذا الباب ويرأب صدعها والحمد لله رب العلمين. (حسن البيان فى ليلة النصف من شعبان ص ۲۰. ۲۴، ط: عالم الكتب).

امام فخر الدین رازیؒ اپنی مشہور تفسیر میں لکھتے ہیں:

قيل: أليس أنه قد روى أنه يقسم الآجال والأرزاق ليلة النصف من شعبان، والآن تقولون: إن ذلك يكون ليلة القدر؟

قلنا: عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: إن الله يقدر المقادير في ليلة البراء ة، فإذا كان ليلة القدر يسلمها إلى أربابها، وقيل: يقدر ليلة البراء ة الآجال والأرزاق وليلة القدر يقدر الأمور التي فيها الخير والبركة والسلامة، ... (التفسير الكبير: ۴۸۰/۱/۱، داراحياء التراث العربى).

وللمزيد راجع: (التفسير المظهرى، وروح المعانى، والتفسير الكبير، والسراج المنير). واللہ ﷻ اعلم۔

سوال نمبر۳: ہر مہینہ میں تین دن کے روزے کے بارے میں تو علمائے کرام سے سنا ہے کہ متعدد احادیث میں اس کا ذکر ہے لیکن اگر کوئی صرف ۱۵ شعبان کا روزہ رکھے تو یہ مستحب میں شمار ہوگا یا بدعت میں؟

الجواب: اکثر اکابر علمائے کرام نے ابن ماجہ شریف کی روایت کی بنا پر ۱۵ شعبان کے روزے کو مستحب قرار دیا ہے، اگرچہ محدثین کے ہاں یہ روایت انتہائی ضعیف ہے، لیکن موضوع نہیں ہے، البتہ اس کو سنت کا درجہ دینا درست نہیں ہے۔

پندرہ شعبان کے روزے کے استحباب پر اکابر علما کی تصریحات:

ہمارے اکابر علماء نے بھی پندرہ شعبان کے روزے کو مستحبات میں شمار فرمایا ہے۔ چنانچہ چند حضرات کی عبارات ملاحظہ کیجئے:

(۱) حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ مفتی اعظم ہند نے بھی اس روزہ کو مستحبات میں شمار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو تعلیم الاسلام میں فرماتے ہیں:

سوال: مستحب کون سے روزے ہیں؟

جواب: فرض اورواجب اورسنت روزوں کے بعدتمام روزے مستحب ہیں۔لیکن بعض روزے ایسے ہیں کہ اُن میں ثواب زیادہ ہے جیسے شوال میں چھ روزے، ماہِ شعبان کی پندرہویں تاریخ کا روزہ...الخ۔(تعلیم الاسلام، چوتھا حصہ،ص۱۸۷،ط:مکتبۃ البشریٰ)۔

(۲) حضرت مفتی عزیز الرحمٰن سابق صدر مفتی دارالعلوم دیو بند نے بھی فتاویٰ دارالعلوم دیو بند میں مستحب فرمایا ہے:

الجواب: ...البتہ یہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب کو بیدار رہ کرعبادت میں مشغول رہواور پندرہویں تاریخ کا روزہ رکھو، پس پندرہویں تاریخ شعبان کا روزہ مستحب ہے، اگرکوئی رکھے تو ثواب ہےاور نہ رکھے تو کچھ حرج نہیں فقط۔(فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:٦/۵۰۰، مدلل مکمل)۔

(۳) بہشتی زیور میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:

شبِ برات کی اتنی اصل ہے کہ پندرہویں رات اور پندرھواں دن اس مہینے کا بہت بزرگی اور برکت کا ہے، ہمارے پیغمبرصلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کو جاگنے کی اوراس دن کوروزہ رکھنے کی رغبت دلائی ہےاوراس رات میں ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قبرستان میں تشریف لے جا کر مردوں کے لیے بخشش کی دعا مانگی ہے۔(بہشتی زیور، چھٹا حصہ،ص٦۰،ط:دارالاشاعت)۔

دوسری جگہ ’’دین کی باتیں‘‘ میں مرقوم ہے:

شبِ برات کی پندرہویں اور عید کے مہینہ میں چھ دن نفل روزے رکھنے کا بھی بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔(خلاصہ بہشتی زیور،ص۲۱۲)۔

(۴) حضرت مولانا سیدزوار حسین شاہ صاحبؒ نے عمدۃ الفقہ میں مستحب روزے کے تحت حدیث نقل فرمائی ہے۔ملاحظہ ہو:

(مستحب روزے) نمبر(۸) ماہِ شعبان کے روزے...حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ماہِ شعبان کا نصف ہوتو اس کی رات کو قیام کرواوراس کے دن میں روزہ رکھو،الحدیث،اس کوابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔(عمدۃ الفقہ:۳/۱۸۷)۔

(۵) فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ صدر مفتی دارالعلوم دیو بند وسہار نپور کا فتویٰ:

سوال: ہمارے یہاں گزشتہ سال پندرہویں شعبان کا روزہ نہیں رکھا گیا اور کہا گیا کہ یہ روزہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔کیا یہ صحیح ہے۔ علاوہ ازیں اس روزہ کو بدعت قرار دیتے ہیں، کیا فضائل میں ضعیف حدیثوں کا اعتبار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً: **عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" إذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها، فإن الله ينزل فيها لغروب الشمس إلى سماء الدنيا ، فيقول : ألا من مستغفر لي فأغفرله ، ألا مسترزق فأرزقه، ألا مبتلى فأعافيه ألا كذا، ألا كذا حتى يطلع الفجر. رواه ابن ماجه . مشكاة شريف: ص ١١٥ .** ابن ماجہ میں یہ روایت صفحہ۱۰۰ پر ہے۔

سند کے اعتبار سے یہ روایت ضعیف ہے،فضائل اعمال میں ضعیف حدیث سے استدلال درست ہے:

ويجوز عند أهل الحديث وغيرهم التساهل في الأسانيد و رواية ما سوى من الضعيف والعمل به من غير بيان ضعفه في غير صفات الله تعالىٰ والأحكام كالحلال والحرام وغيرهما، ذلک كالقصص وفضائل الأعمال والمواعظ وغيرهما مما لا تعلق له بالعقائد والأحكام. (تدريب الراوی ، ص ٩٢).

پس اس روزہ کو بدعت کہنا درست نہیں جبکہ اس کے متعلق حدیث شریف موجود ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔(فتاویٰ محمودیہ:۲۰۳-۲۰۴)۔

(٦) شیخ عبدالحق محدثِ دہلویؒ نے بھی اس روزہ کو ثابت مانا ہےاورابن ماجہ کی روایت سے استدلال فرمایا ہے۔چنانچہ ماثبت بالسنہ میں فرماتے ہیں: **المقالة الثالثة في قيام ليلة النصف من شعبان وصيام يومها أو ما ثبت فيها الأدعية والأذكار: عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه**

قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إذا کان لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلها و صوموا یومها . الحدیث... (ماثبت بالسنة ، ص ۳۵۸ـ۳۶۳).

(۷) اسلامی فقہ میں ہے:

شعبان کی ۱۵/ تاریخ کواور شوال کے مہینہ میں چھ روزے رکھنا بھی سنت ہے، شعبان کی پندرھویں تاریخ کوروزہ رکھنے اور پندرھویں رات کوعبادت کرنے اور قبرستان جاکر مردوں کے لیے دعائے مغفرت کرنے کا بھی ذکر حدیث میں ہے۔ (اسلامی فقہ: ۱/ ۴۱۷).

(۸) مفتی تقی صاحب تحریر فرماتے ہیں: پندرھویں شعبان کے روزے کے استحباب پر علمائے کرام کی تصریحات۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں: پندرھویں تاریخ شعبان کوروزہ رکھنا مستحب ہے۔ (زوال السنة: ص ۱۰).

(۹) حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے بھی اس کو پندرھویں شعبان کے مسنون اعمال میں شمار فرمایا، یعنی اس کی صبح کوروزہ رکھنا مستحب ہے۔

(۱۰) علامہ قطب الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ شریف کی شرح مظاہر حق: ۲/ ۳۶۴، پر باب صیام التطوع میں پندرھویں شعبان کا روزہ بھی شمار فرمایا ہے۔ (ملخص از رسالہ: شبِ براءت کی حقیقت: ص ۴۷ـ۷۷، از مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ).

فقہائے مالکیہ کے نزدیک پندرہ شعبان کے روزے کا حکم:

وفي شرح الصغیر علی أقرب المسالک للشیخ الدردیر المالکي مع حاشیة الصاوی: وندب صوم یوم النصف من شعبان. (شرح الصغیر: ۱/ ۶۹۲، باب الصوم).

یعنی شیخ دردیر مالکیؒ نے پندرھویں شعبان کا روزہ مستحب قرار دیا ہے۔

وفي حاشیة البناني: وزاد ابن یونس یوم النصف من شعبان فتصیر الأیام المرغب فیها ثمانیة . (حاشیة البنانی علی هامش شرح الزرقانی: ۲/ ۲۵۰).

وفی الخلاصة الفقهیة : کم هی مندوبات الصوم وماهی ...۲۲ وصوم یوم النصف من شعبان لمن اراد الاقتصار علی هذا الیوم ... (الخلاصة الفقهیة علی مذهب السادة المالکیة: ۱۹۱).

وفی فقه العبادات :(من المندوبات) صوم یوم النصف من شهر شعبان. (فقه العبادات علی المذهب المالکی، ۳۲۳).

فقہائے شافعیہ کے نزدیک پندرہ شعبان کے روزے کا حکم:

فتاویٰ رملی میں اس دن کے روزے کو سنت کہا ہے اور حدیث کو قابلِ حجت بتایا ہے:

(سئل) عن صوم منتصف شعبان کما رواه ابن ماجه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أنه قال: إذا کانت لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلها وصوموا نهارها، هل هو مستحب أولا وهل الحدیث صحیح أولا وإن کان ضعیفاً فمن ضعفه ؟ فأجاب: بأنه یسن صوم نصف شعبان بل یسن صوم ثالث عشره ، و رابع عشره وخامس عشره ، والحدیث المذکور یحتج به . (فتاوی الرملی : ۲/ ۷۹).

شیخ ابن حجر الہیتمی الفتاوی الفقہیۃ الکبری میں سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

فأجاب: وأما صوم یومها فهو سنة من حیث کونه من جملة الأیام البیض لا من حیث خصوصه والحدیث المذکور ضعیف . (الفتاوی الفقهیة الکبری: ۲/ ۸۰).

تحفۃ المحتاج کے حاشیہ میں شیخ احمد بن قاسم العبادی لکھتے ہیں:

وما ذكروه معها ما إذا طلب صومه في نفسه كيوم النصف من شعبان . (حاشية تحفة المحتاج:۳/۵۰۴).

فقہائے حنابلہ کے نزدیک پندرہ شعبان کے روزے کا حکم:

قال في" الإنصاف" قال فی الفروع: لم يذكر اكثر الاصحاب استحباب صوم رجب وشعبان، واستحسنه ابن أبي موسى فی الإرشاد، قال ابن الجوزی في كتاب أسباب الهدايه: يستحب صوم الأشهر الحرم...وجزم به فی المستوعب، وقال: آكد شعبان يوم النصف ،... (الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف :۳/۳۴۷ . وكذا فی الفروع:۵/۹۸).

شیخ مرداوی حنبلی نے اپنی کتاب"الإنصاف"میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ ابن جوزی نے" المستوعب" میں لکھا ہے کہ شعبان کے روزوں میں پندرھویں شعبان کا روزہ زیادہ مؤکد ہے۔

وقال ابن رجب الحنبلي في لطائف المعارف: وأما صيام يوم النصف منه فغير منهى عنه فإنه من جملة أيام البيض الغر المندوب إلى صيامها من كل شهر وقد ورد الأمر بصيامه من شعبان بخصوصه ففي سنن ابن ماجه بإسناد ضعيف عن علی ...
(لطائف المعارف ،ص۱۳۶).

ابن رجب حنبلیؒ نے فرمایا کہ پندرھویں شعبان کے روزے کا حکم خصوصیت سے آیا ہے۔مذکورہ بالانقولِ فقہاء سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ مالکیہ،شافعیہ اور حنابلہ کے یاں مستحب ہونے کی تصریح موجود ہے۔

فقہ حنفی میں متقدمین کی کتب میں کسی مسئلہ کی تصریح نہ ہو اور دیگر مذاہب میں ہو تو متأخرین فقہائے احناف کا اصول:

جب کوئی مسئلہ فقہ حنفی کی کتب میں مصرح نہیں ہوتا اور دیگر مذاہب میں مصرح ہوتا ہے اور وہ فقہ حنفی کے اصول کے عین موافق ہوتا ہے تو ہمارے فقہائے احناف دیگر مذاہب سے مسئلہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: **وقواعدنا لا تأباه، كما قال ابن نجيمؒ فی البحر: ولم أر من صرح بهذا من ائمتنا لكني رأيته في كتب الشافعية وقواعدنا لا تأباه .** (۱/۱۷۴،باب المسح على الخفين) اسی طرح علامہ شامیؒ اور علامہ طحطاویؒ وغیرہ فقہاء نے بھی کئی مقامات پر یہ جملہ فرمایا ہے۔راجع: (فتاوی الشامی وحاشیۃ الطحطاوی ومجمع الانہر، واللباب وغیرہ من کتب الفقہ)۔

سنن ابن ماجہ شریف کی حدیث اور اس پر کلام ملاحظہ ہو:

عن علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" إذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها و صوموا نهارها، فإن الله ينزل فيها لغروب الشمس إلى سماء الدنيا ، فيقول: ألا من مستغفر لي فأغفرله ، ألا مسترزق فأرزقه، ألا مبتلى فأعافيه ألا كذا، ألا كذا حتى يطلع الفجر. (رواه ابن ماجة: ص ۹۹، باب ماجاء فی ليلة النصف من شعبان. والبيهقی فی شعب الايمان: ۳/۳۷۸/۳۸۲۲،ماجاء فی ليلة النصف من شعبان).

پورے ذخیرۂ احادیث میں صرف ایک حدیث موجود ہے جس سے ۱۵شعبان کے روزہ کا پتہ چلتا ہے،لیکن اس حدیث پر محدثین نے بہت کچھ کلام فرمایا ہے، مستقل رسائل بھی تحریر فرمائے ہیں اس کے باوجود اس کو موضوع نہیں کہا جاسکتا۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی ابوبکر بن ابی سبرہ پر کلام ہے اس کا خلاصہ درجِ ذیل ملاحظہ کیجیے:

ابوبکر بن ابی سبرہ ضعیف ہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔امام بخاریؒ نے فقط ضعیف فرمایا ہے، اور امام احمد بن حنبلؒ نے واضع الحدیث بتلایا لیکن امام احمد بن حنبلؒ کا زمانہ بہت بعد کا ہے شاید اس لیے ان کے بارے میں صحیح حالات کا علم نہیں ہوسکا، ورنہ اکثر ائمہ نے فرمایا کہ وہ اسلامی سلطنت کے تین

بڑے عظیم الشان شہر: مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور عراق کے مفتی وقاضی تھے نیز ان کے اساتذہ بھی بلند پایہ کے تھے اور تلامذہ میں بھی مشہور شخصیتیں ہیں، بنابریں واضع الحدیث کہنا بعید از عقل ہے کیونکہ تین بڑے شہروں کا قاضی اور مفتی کیا فاسق وفاجر ہوگا؟

ثقہ اس کو کہتے ہیں کہ احکامِ شریعت کو اپنے اوپر نافذ کرے اور قاضی وہ ہے جو احکامِ شریعت لوگوں پر نافذ کرے اور قاضی کی شرائط وصفات میں ہے کہ گناہِ کبیرہ سے بچنے والا ہو اور صغیرہ پر مصر نہ ہو، اور جو شخص واضع الحدیث ہوگا وہ تو مرتکبِ حرام ہوگا جس کا شمار فاسق کے زمرہ میں ہوگا بھلا ایسا شخص بھی عہدۂ قضا کا اہل ہو سکتا ہے؟ بلکہ قاضی اور مفتی کے الفاظ خود توثیق پر دلالت کرتے ہیں۔

ہاں ضعف کی وجہ یہ ہے کہ حدیث بیان کرنا ان کا شغف نہیں تھا اکثر وبیشتر قضا وافتاء کے کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے ان کو ضعیف کہا جیسا کہ امام حفص بن سلیمان کو بھی واضع الحدیث کہا گیا (دیکھئے: تہذیب الکمال: ۷/۱۵) لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ ان کا شغف قراءت کے ساتھ زیادہ تھا اس وجہ سے ضعیف کہنا درست ہے۔ بہرحال ابن ابی سبرہ کو ضعیف کہنا درست ہے واضع الحدیث کہنا بہت بعید ہے۔

پھر بعض محدثین نے بعض راویوں کو واضع الحدیث کہا ہے لیکن دیگر بعض نے توثیق بھی کی ہے، ایسے راویوں کی روایت ہمارے اکابرؒ نے قبول کی ہے، یعنی بعض حضرات کے کسی راوی کو واضع الحدیث کہنے کا اعتبار نہیں کیا جب کہ واضع الحدیث ہونے کی صحیح اور معقول وجہ بیان نہ کی گئی ہو جیسے محمد بن اسحاق کو امام مالکؒ نے دجال من الدجاجلہ کہا لیکن ان کی روایت کو قبول کیا ہے۔ اسی طرح امام حفص بن سلیمان کی قراءت وروایت مقبول ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ابوبکر بن ابی سبرہ کی روایت مقبول ہوگی ہاں ضعیف کہہ سکتے ہیں موضوع کہنا درست نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو شمس الدین ذہبیؒ تاریخ الاسلام میں فرماتے ہیں:

أبوبكر بن عبد الله بن محمد بن أبي سبرة ، القرشي ، السبرى المدني، الفقيه ، قاضي العراق ، سمع : عبد الرحمن بن هرمز الأعرج ، وعطاء بن ابى رباح ،وزيدبن اسلم ، وشريک بن ابى نمر ، وطائفة ، وعنه : ابن جريج مع تقدمه ، وأبوعاصم ، والواقدى وعبدالرزاق ، وغيرهم ،ضعفه البخارى وغيره ...وقال أبوداود: كان مفتى أهل المدينة . وروى عباس عن ابن معين قال: ليس حديثه بشيء ، قدم ههنا فاجتمع عليه الناس فقال: عندى سبعون ألف حديث ، إن أخذتم عني كما أخذ ابن جريج ...وروى معن ، عن مالكؒ ، قال لي أبوجعفر المنصور: يا مالک ، من بقي بالمدينة من المشيخة (مشیخہ کا مطلب مقتدیٰ ہے تو کیا واضع الحدیث کو اہل مدینہ نے مقتدیٰ بنالیا تھا) قلت: ابن أبي ذئب ، وابن أبي سلمة الماجشون ، وابن أبي سبرة ، وقال النسائي: متروک الحديث...وقال : ابن سعد : أنا محمد بن عمر ، سمعت أبابكر بن أبي سبرة يقول : قال لي ابن جريج : اكتب لي أحاديث من أحاديث جياد، فكتبت له ألف حديث ثم دفعتها إليه ، ما قرأ ها علي، ولا قرأ تها عليه . وقال أحمد : قال لي حجاج قال لي ابن أبي سبرة : عندي سبعون ألف حديث فى الحلال و الحرام ... قال مصعب الزبيرى : كان من علماء قريش ولاه المنصور القضاء . وقال ابن سعد : مات سنة اثنتين وستين ومائة ببغداد ...وولى قضاء مكة لزياد بن عبيد الله ... الخ (تاريخ الاسلام : ۱۰/ ۵۳۵.۵۳۷، دارالكتاب العربى).

وينظر للاستزادة : (تاريخ بغداد : ۱۴/ ۳۶۷. ۳۷۱،ط: دارالكتب العلمية بيروت،ومختصرتاريخ دمشق :۸/ ۲۹۴. ۲۹۶،وتاريخ الإسلام للذهبى و الوافى بالوفيات،والطبقات الكبرى لابن سعد : ۱/ ۴۵۸،ط: مكتبة العلوم والحكم ،وتهذيب الكمال للامام المزى : ۳۳/ ۱۰۲. ۱۰۸).

وقال فى تاريخ بغداد وتاريخ دمشق : وكان كثير العلم والسماع والرواية . (تاريخ دمشق:۸/ ۲۹۴،وتاريخ بغداد: ۱۴/ ۳۶۹،ط: مؤسسة الرسالة).

بعض ائمہ کو امام احمد بن حنبلؒ کے واضع الحدیث کہنے سے اتفاق نہیں ہے اسی وجہ سے انہوں اس کا تذکرہ نہیں کیا صرف توثیق کے الفاظ ذکر کیے ہیں۔ ملاحظہ ہو تکملۃ الاکمال میں ہے:

وأبوبكر عبد الله بن أبي سبرة بن أبي رهم بن عبد العزى مفتى أهل المدينة حدث عن إسحاق بن عبد الله بن أبى فروة و شريك بن عبد الله بن أبى نمر و محمد بن عبد الرحمن ابن أبي ذئب روى عنه وعبد الرزاق بن همام و قال عباس الدورى سمعت يحيى بن معين يقول : أبوبكر بن ابى سبرة الذى يقول له السبرى هومدنى ليس حديثه بشيء وقال أبوعبيد محمد بن على الآجرى سألت أباداود يعنى السجستانى عن أبى السبرى فقال هو أبوبكر بن أبي سبرة مفتى أهل المدينة .

(تكملة الإكمال لأبي بكر محمد بن عبد الغنى البغدادى : ۳/ ۲۸۶).

حافظ شمس الدین ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء میں مفصل حالات ذکر کیے ہیں۔ ابتدا میں فرماتے ہیں:

الفقيه الكبير قاضى العراق ...ضعف من قبل حفظه . یعنی حدیث کے ساتھ زیادہ شغف نہ ہونے کی وجہ سے حدیث میں کمزور تھے اور اس کی تائید امام بزار کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے **لین الحدیث** فرمایا ہے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (سیر اعلام النبلاء : ۷/ ۳۳۰. ۳۳۲،ط: مؤسسة الرسالة).

دیگر ائمہ حدیث نے بھی اس روایت کی تخریج فرمائی ہے اور موضوع نہیں فرمایا:

۱۔ تہذیب الکمال میں امام مزیؒ نے بھی مفصل حالات تحریر کیے ہیں اور پندرہ شعبان کے روزے والی روایت بھی اپنی سند سے نقل فرمائی ہے اور کوئی کلام بھی نہیں فرمایا، معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی یہ روایت موضوع نہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (تہذیب الکمال:۳۳/ ۱۰۲۔۱۰۸)۔

۲۔ نیز امام فاکہی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "**أخبار مكة**" (رقم: ۱۸۳۷) میں یہ روایت اپنی سند سے نقل فرمائی ہے اور موضوع نہیں کہا۔

۳۔ نیز امام یحیٰی بن الحسین الشجری نے "**الأمالي الشجرية**" (ص ۲۳۷) پر یہ روایت نقل فرمائی ہے اور کوئی کلام نہیں فرمایا۔

علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری میں فقط ضعیف کہا ہے، اسی طرح تخریج الاحیاء میں حافظ عراقیؒ نے بھی ضعیف کہا ہے، امام شوکانیؒ نے بھی الفوائد المجموعہ (ص ۵۱) پر ضعیف کہا ہے، شیخ محمد طاہر پٹنیؒ نے بھی ضعیف کہا ہے، یعنی ان محدثین میں سے کسی نے اس روایت کو موضوع نہیں کہا۔ **و كفى بهم قدوة ۔**

ماہنامہ دارالعلوم دیو بند میں اس حدیث کے موضوع نہ ہونے کی تین وجوہات بیان کی گئی ہیں:

پہلی وجہ: محض ایک راوی کے اوپر وضع کے اتہام سے حدیث کو موضوع نہیں کہا جا سکتا، اگر یہ حدیث موضوع ہوتی تو حافظ منذریؒ اس کو اپنی کتاب "الترغیب والترہیب" میں ذکر نہ کرتے، اس لیے کہ ان کے سلسلے میں علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ کوئی حدیث منذریؒ صاحب ترغیب وترہیب کی تصانیف میں موجود ہے تو اس کو اطمینان سے بیان کر سکتے ہو (یعنی وہ موضوع نہیں ہو سکتی) (الرحمۃ المرسلۃ فی شأن حدیث البسملۃ: ص ۱۵)۔

دوسری وجہ: اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ جن حضرات نے سنن ابن ماجہ کی موضوع احادیث کی نشاندہی کی ہے ان میں اس حدیث کا ذکر نہیں ملتا، "**ما تمس إليه الحاجة**" میں وہ ساری احادیث مذکور ہیں۔ (محدثِ کبیر مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی، بہ حوالہ شب براءت کی شرعی حیثیت، ص ۶)۔

تیسری وجہ: ابن ابی سبرہ پر جرح شدید ہے، ان کے ضعیف ہونے میں شبہ نہیں؛ تاہم بعض اہل علم ایسے بھی ہیں، جنھوں نے ان کے بارے میں بلند کلمات کہے ہیں؛ جیسا کہ تاریخ خطیب بغدادیؒ میں ان کے تفصیلی ترجمہ کے ضمن میں موجود ہیں، نیز شیخ محمد طاہر پٹنیؒ نے ان کو قاضی العراق لکھا ہے، جہاں بعض محدثین نے ان کی طرف وضع کی نسبت کی ہے، وہیں بعض نے محض ضعیف کہا ہے۔

لہٰذا قطعی طور پر اس حدیث کو موضوع نہیں کہا جا سکتا، ہاں ضعیف ضرور کہا جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ پندرہویں شعبان کے روزے کو نہ تو واجب وسنت

کہا جاسکتا ہے، نہ ہی بدعت کہہ کر بالکل رد کیا جاسکتا ہے؛ بلکہ اس کو مستحب کہا جائے گا۔ (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند،ص۱۲،شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ مطابق جون ۲۰۱۳ء)۔

اورفضائل میں ضعیف حدیث پرعمل علماء کے یہاں مروج ہے۔

فضائل میں ضعیف حدیث سے استدلال کے متعلق محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمایئے:

روی الخطیب البغدادی فی " الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع "(رقم: ۱۲۸۰): قال: أنا محمد بن أحمد بن یعقوب أنـا محمد بن نعیم، قال: سمعت یحیی بن محمد العنبری، یقول: نا محمد بن إسحاق بن راھویه، قال: کان أبي یحکي عن عبد الرحمن بن مھدی ، أنه کان یقول: إذا روینا فی الثواب والعقاب وفضائل الأعمال ، تساھلنا فی الأسانید والرجال، وإذا روینا فی الحلال والحرام والأحکام تشددنا فی الرجال ".

قال الشیخ تقی الدین ابن الصلاح : نقاد أھل الحدیث یتسامحون فی أسانید الرغائب والفضائل . (البدرالمنیر لابن الملقن: ۲۸۰/۲،ط: الریاض).

وقال الخطیب فی" الکفایة فی علم الروایة "(ص ۱۳۳ ،باب التشدیدفی احادیث الاحکام والتجوز فی فضائل الاعمال)قد ورد عن غیر واحد من السلف أنه لا یجوز حمل الأحادیث المتعلقة بالتحلیل والتحریم إلا عمن کان بریئاً من التھمة بعیداً من الظنة ، وأما أحادیث الترغیب والمواعظ ونحو ذلک فإنه یجوز کتبھا عن سائر المشایخ ثم أسند ھذه الآثار التالیة :

۱ / عن سفیان الثوری قال: لا تأخذوا ھذا العلم فی الحلال والحرام إلا من الرؤساء المشھورین بالعلم الذین یعرفون الزیادة والنقصان ، ولا بأس بما سوی ذلک من المشایخ.

۲ / عن سفیان بن عیینة قال: لا تسمعوا من بقیة ما کان في سنة واسمعوا منه ما کان في ثواب وغیره .

۳ / عن أحمد بن حنبل قال : إذا روینا عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی الحلال والحرام والسنن والأحکام تشددنا فی الأسانید وإذا روینا عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم في فضائل الأعمال وما لا یضع حکماً ولا یرفعه تساھلنا فی الأسانید .

۴ / عن أبي زکریا العنبری قال: الخبر إذا ورد لم یحرم حلالاً ولم یحل حراماً ، ولم یوجب حکماً ، وکان في ترغیب أو ترھیب أو تشدید أو ترخیص : وجب الإغماض عنه والتساھل في رواته . انتھی النقل عن الخطیب .

ابن قدامہؒ المغنی میں فرماتے ہیں:

النوافل والفضائل لاتشترط صحة الحدیث فیھا . (المغنی : ۷۶۹/۱، فصل فی صلاۃ التسبیح، دارالکتب العلمیة).

امام نوویؒ الاذکار میں فرماتے ہیں:

قال العلماء من المحدثین والفقھاء وغیرھم : یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف ما لم یکن موضوعاً وأما الأحکام کالحلال والحرام والبیع والنکاح والطلاق وغیر ذلک فلا یعمل فیھا إلا بالحدیث الصحیح أو الحسن إلا أن یکون في احتیاط في شيء من ذلک ، کما إذا ورد حدیث ضعیف بکراھة بعض البیوع أو الأنکحة فإن المستحب أن یتنزه عنه ولکن لا یجب. (کتاب الاذکار، ص۲۵ ،ط: مکتبة دارالبیان).

محقق ابن ہمامؒ فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع . (فتح القدیر: ۱۳۳/۲ ، فی اواخر من باب الصلاۃ علی المیت ،دارالفکر).

ابن بدران الحنبلی المدخل إلی مذھب الإمام أحمد بن حنبل میں فرماتے ہیں: تتمة : ذھب الإمام أحمد وتبعه موفق الدین

المقدسی والأکثر إلی أنه یعمل بالحدیث الضعیف فی الفضائل . (المدخل الی مذهب الامام احمد بن حنبل : ۱/۱۰۴، الاصل الثانی : السنة ، ط: دارالکتب العلمیة بیروت).

تتمة اضواء البیان میں ہے:

ولو فرض وقدر جدلاً أنه فی السند مقالاً ، فإن أئمة الحدیث لایمنعون إذا لم یکن فی الحدیث حلال أوحرام أو عقیدة ، بل کان باب فضائل الأعمال لایمنعون العمل به ، لأن باب الفضائل لایشدد فیه هذا التشدد ونقل السیوطی مثل ذلک عن أحمد وابن المبارک. (تتمة اضواء البیان للشیخ عطیة سالم تلمیذ الشیخ الشنقیطی:۸/۵۷۲).

فتح المغیث میں امام سخاویؒ لکھتے ہیں

هذا مع أن مجرد تفرد الکذاب بل الوضاع ولو کان بعد الاستقصاء والتفتیش من حافظ متبحر تام الاستقراء غیر مستلزم لذلک بل لا بد معه من انضمام شيء مماسیأتي . (فتح المغیث : ۱/۲۵۱).

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (الجزء اللطیف فی الاستدلال بالحدیث الضعیف ط؛ زمزم)۔ واللہ ﷻ اعلم۔

سوال نمبر۴: پندرہویں شعبان کی رات کوتقریباً ہر مسجد میں اس رات کے فضائل کا بیان ہوتا ہے اورلوگ رات کو جاگتے ہیں اور نماز اور دعاؤں میں رات گزارتے ہیں، کیا یہ احادیث کی روشنی میں ثابت ہے یا نہیں؟ بعض لوگ ان روایات کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس رات میں کوئی خاص عبادت ثابت نہیں، آپ اس کو بھی احادیث کی روشنی میں واضح فرمائیں؟

الجواب: شعبان کی پندرہویں شب کے بارے میں علمائے کرام کی تین جماعتیں ہیں: ۱۔پہلی جماعت یہ کہتی ہے کہ اس رات کی فضیلت میں کوئی حدیث ثابت نہیں بلکہ عام راتوں کی طرح ہے، جو احادیث منقول ہیں وہ یا تو ضعیف ہیں یا موضوع۔ دوسری جماعت پہلی کے برعکس اس کی فضیلت کو واجبات کا درجہ دیتی ہے اور اس کے ساتھ مساجد میں اجتماع اور قسم قسم کی بدعات وخرافات کی مرتکب ہوتی ہے، یہ دونوں افراط وتفریط کا شکار ہیں۔۳۔تیسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اس رات کی فضیلت میں احادیث ثابت ہیں، ہاں بعض صحیح، بعض حسن اور بعض ضعیف ہے اور مجموعی اعتبار سے اس رات میں عبادت مستحب ہے، لیکن بدعات اور خرافات اور جو اشیاء شریعت سے ثابت نہیں ہیں، ان سے اجتناب لازم اور ضروری ہے۔

شبِ براءت کی فضیلت میں روایات ملاحظہ فرمائیں:

۱ . أخرج ابن حبان فی صحیحه (۵۶۶۵) **عن معاذ بن جبل عن النبي صلی الله علیه وسلم قال: یطلع الله إلی خلقه فی لیلة النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقه إلا لمشرک أو مشاحن . قال الشیخ شعیب الأرنؤوط: حدیث صحیح بشواهده.**

قال الشیخ الألبانيؒ: حدیث صحیح ، روی جماعة من الصحابة من طرق مختلفة یشد بعضها بعضاً وهم : معاذبن جبلؓ ، وأبوثعلبة الخشنيؓ وعبد الله بن عمروؓ وأبو موسی الأشعريؓ ، وأبو هریرةؓ وأبو بکر الصدیقؓ وعوف بن مالکؓ وعائشةؓ . (السلسلة الصحیحة:۳/۲۱۸/۱۱۴۴).

۲ . أخرج الإمام أحمد في مسنده (۶۶۴۲)، **عن عبد الله بن عمرو أن رسول الله صلی الله علیه وسلم، قال: یطلع الله عزوجل إلی خلقه لیلة النصف من شعبان فیغفر لعباده إلا لاثنین: مشاحن وقاتل نفس. قال الشیخ شعیب: صحیح بشواهده وهذا إسناد ضعیف لضعف ابن لهیعة .**

۳. عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها ، قالت: فقدت رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة فخرجت فإذا هو بالبقيع ... فقال: إن الله عزوجل ينزل ليلة النصف من شعبان إلى السماء الدنيا فيغفر لأكثر من عدد شعرغنم كلب ، وفى الباب عن أبى بكر الصديقؓ . (سنن الترمذى ، رقم: ۷۳۹،باب ماجاء فى ليلة النصف من شعبان). إسناده ضعيف لضعف الحجاج بن أرطاة .

قال الشيخ الألبانيؒ فى السلسلة الصحيحة : وجملة القول أن الحديث بمجموع هذه الطرق صحيح بلا ريب والصحة تثبت بأقل منها عدداً ما دامت سالمة من الضعف الشديد كما هو الشأن فى هذا الحديث ، فما نقله الشيخ القاسمیؒ فى "إصلاح المسجد" (ص۱۰۷) عن أهل التعديل والتجريح أنه ليس في فضل ليلة النصف من شعبان حديث صحيح ، فليس مما ينبغى الاعتماد عليه، ولئن كان أحد منهم أطلق مثل هذا القول فإنما أوتى من قبل التسرع وعدم وسع الجهد لتتبع الطرق على هذا النحو الذى بين يديک، والله تعالىٰ هو الموفق. (۱۱۴۴/۲۱۸/۳).

۴. أخرج الإمام البيهقي في شعب الإيمان (۳۸۳۶)،عن عثمان بن أبى العاصؓ :عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا كان ليلة النصف من شعبان فإذا مناد هل من مستغفر، فاغفرله هل من سائل فأعطيه فلا يسأل أحد إلا أعطى إلا زانية بفرجها أو مشرک . إسناده ضعيف لضعف جامع بن صبيح الرملى .

لیکن خرائطی کی سند میں جامع بن صبیح کی جگہ محمد بن بکار ہیں، ملاحظہ ہو: (مساوئ الاخلاق،ص ۲۲۶،رقم:۴۹۶)۔

۵. أخرج الإمام ابن ماجه في سننه (۱۳۸۸)، عن علي بن أبي طالبؓ قال؛ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها ، فإن الله ينزل فيها لغروب الشمس إلى سماء الدنيا ، فيقول: ألا من مستغفر لي فأغفر له ألا من مسترزق فأرزقه ألا مبتلى فأعافيه ألا كذا ألا كذا حتى يطلع الفجر. إسناده ضعيف لضعف ابن أبي سبرة . صاحبِ تحفۃ الاحوذی متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فهذه الأحاديث بمجموعها حجة على من زعم أنه لم يثبت في فضيلة ليلة النصف من شعبان شيء ، والله تعالىٰ أعلم . (تحفة الأحوذى:۳/۳٦۷).

مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ اور بھی بہت ساری روایات موجود ہیں، تفصیل کے لیے درج ذیل رسائل کی مراجعت مفید ہوگی۔

(حسن البيان في ليلة النصف من شعبان ، للشيخ عبد الله بن محمد بن الصديق الغماري،ط: عالم الكتب، وفضائل ليلة النصف من شعبان، للشيخ المحدث عبد الحفيظ ملک عبد الحق المکی،ط:مكتبة الحرمين، وشعبان وشبِ براءت کے فضائل واحکام،از ص٦۷،تا ص۸۸،ط:ادارۂ غفران).

شعبان وشبِ براءت کے فضائل واحکام میں احادیث کی تخریج کرنے بعد لکھتے ہیں:

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شعبان کی پندرہویں رات میں اللہ تعالیٰ کا مخلوق کی طرف خصوصی توجہ اور رحمت کی نظر ڈالنا اور چند افراد کے علاوہ سب کی مغفرت فرمانا اوران وجوہات کی بنا پر اس رات کی فضیلت واہمیت کا ہونا متعدد احادیث وروایات سے ثابت ہے، جن میں سے بعض روایات اگر چہ انفرادی طور پر ضعیف ہیں، لیکن یہ مجموعی طور پر کم ازکم حسن اور اس سے بڑھ کر صحت کے درجہ کو پہنچ جاتی ہیں۔

جبکہ محدثین وفقہاء کے راجح قول کے مطابق فضائل اعمال کے سلسلہ میں ضعیف حدیث بھی بعض شرائط کے ساتھ قابل عمل ہو جاتی ہے۔(ص۸۸)۔

شبِ براءت کی فضیلت اکابر علماء اور سلفِ صالحین کی نظر میں:

۱۔علامہ ابن الحاج مالکیؒ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو شریعت میں خوردبین لے کر بدعت تلاش کرتے ہیں؛ لیکن اللہ کی شان، شبِ براءت کی فضیلت کو تسلیم کرتے ہیں؛ چنانچہ ان کی عبارت موجودہ دور کے بعض حضرات کے لیے سرمہ بصیرت کا کام دیگی۔ ملاحظہ فرمائیں:

ولا شك إنها ليلة مباركة عظيمة القدر عند الله تعالىٰ . قال الله تعالىٰ: ﴿ فيها يفرق كل أمر حكيم ﴾ وقد اختلف العلماء هل هي هذه الليلة أو ليلة القدر على قولين المشهور منهما أنها ليلة القدر وبالجملة فهذه الليلة وإن لم تكن ليلة القدر فلها فضل عظيم وخير جسيم وكان السلف رضي الله عنهم يعظمونها ويشمرون لها قبل إتيانها فما تأتيهم إلا وهم متأهبون لِلقَائِها والقيام بحرمتها على ما قد علم من احترامهم للشعائر على ما تقدم ذكره هذا هو التعظيم الشرعي لهذه الليلة . (المدخل : ۲۹۹/۱، ليلة نصف شعبان ،ط:دار الفكر).

دوسری جگہ لکھتے ہیں: هذه الليلة زادت فضيلتها ومقتضى زيادة الفضيلة زيادة الشكر اللائق بها من فعل الطاعات وأنواعها. (المدخل : ۳۰۸/۱،دارالفكر). ترجمہ: اس رات (شبِ براءت) کی فضیلت بہت زیادہ ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ اس رات میں ہر قسم کی طاعت وعبادت وغیرہ کر کے اس کی شان کے مطابق زیادہ سے زیادہ شکر ادا کیا جائے۔

۲۔ علامہ ابن تیمیہؒ بھی پندرہویں شعبان کی فضیلت کو تسلیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومن هذا الباب : ليلة النصف من شعبان ، فقد روى في فضلها من الأحاديث المرفوعة والآثار ما يقتضي أنها ليلة مفضلة وإن من السلف من كان يخصها بالصلاة فيها، وصوم شهر شعبان قد جاء ت فيه أحاديث صحيحة ، ومن العلماء : من السلف من أهل المدينة ، وغيرهم من الخلف من أنكر فضلها وطعن فى الأحاديث الواردة فيها...لكن الذي عليه كثير من أهل العلم أو أكثرهم من أصحابنا وغيرهم على تفضيلها و عليه يدل نص أحمد لتعدد الأحاديث الواردة فيها وما يصدق ذلك من الآثار السلفية وقد روى بعض فضائلها فى المسانيد والسنن وإن كان قد وضع فيها أشياء أخر . (اقتضاء الصراط المستقيم : ۳۰۲/۱، ط: القاهرة).

۳۔ شیخ عبداللہ بن محمد بن الصدیق الغماری شبِ براءت کی فضیلت کو احادیث اور آثار سے ثابت کرنے کے بعد مختلف نوعیت کی عبادات کے مستحب ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں:

فيستفاد من هذه الأحاديث والآثار استحباب قيام هذه الليلة والاجتهاد فيها بتلاوة القرآن والذكر والدعاء تعرضاً لنفحات رحمة الله كما جاء في حديث رواه الطبراني وغيره عن محمد بن مسلمة مرفوعاً : إن لله في أيام الدهر نفحات فتعرضوا لها فلعل أحدكم أن تصيبه نفحة فلا يشقى بعدها أبداً . (حسن البيان في ليلة النصف من شعبان ، ص۱۵،۱۶).

۴۔ علامہ علاء الدین حصکفیؒ، درمختار میں فرماتے ہیں:

ومن المندوبات...إحياء ليلة العيدين والنصف من شعبان والعشر الأخير من رمضان والأول من ذى الحجة . وفى الشامي: قوله والنصف ، أى وإحياء ليلة النصف من شعبان . (الدرالمختار مع رد المحتار: ۲۴/۲،سعيد).

۵۔ علامہ ابن نجیم مصریؒ، البحرالرائق میں فرماتے ہیں:

ومن المندوبات إحياء ليالى العشر من رمضان وليلتى العيدين وليالى عشر ذى الحجة وليلة النصف من شعبان كما وردت به الأحاديث وذكرها فى الترغيب والترهيب مفضلة . والمراد بإحياء الليل قيامه وظاهره الاستيعاب ويجوز أن يراد

غالبه . (البحر الرائق: ۲/ ۵٦، دار المعرفة).

٦۔ علامہ شرنبلالیؒ، مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

ويندب إحياء ليلة النصف من شعبان لأنها تكفر ذنوب السنة والليلة الجمعة تكفر ذنوب الأسبوع وليلة القدر تكفر ذنوب العمر ولأنها تقدر فيها الأرزاق والآجال والإغناء والإفقار والإعزاز والإذلال والإحياء والإماتة وعدد الحاج وفيها يسح اللّٰه تعالىٰ الخير سحاً وخمس ليالى لا يرد فيهن الدعاء ليلة الجمعة وأول ليلة من رجب وليلة النصف من شعبان وليلتا العيدين... ومعنى القيام أن يكون مشتغلاً معظم الليل بطاعة وقيل: بساعة منه يقرأ أو يسمع القرآن أو الحديث أو يسبح أو يصلى على النبي صلى الله عليه وسلم . (مراقی الفلاح، ص ۱۷۴).

۷۔ فقہ العبادات میں لکھا ہے: الليالى التي يندب للمسلمين إحياؤها:... ۴. إحياء ليلة النصف من شعبان لأنها تكفر ذنوب السنة فعن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كانت ليلة النصف من شعبان ...(ص۱۰۷).

۸۔ علامہ عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں:

لا كلام في استحباب إحياء ليلة البراء ة بما شاء من العبادات و بأداء التطوعات فيها كيف شاء لحديث ابن ماجه والبيهقي في شعب الإيمان عن علي رضي الله عنه مرفوعاً ، وفى الباب أحاديث أخر أخرجها البيهقي وغيره على ما بسطها ابن حجر المكيؒ فى الإيضاح والبيان ، دالة على أن النبي صلى الله عليه وسلم أكثر في تلك الليلة من العبادة والدعاء وزار القبور ودعا للأموات. فيعلم بمجموع الأحاديث القولية والفعلية استحباب إكثار العبادة فيها، فالرجل مخير بين الصلاة و بين غيرها من العبادات ، فإن اختار الصلاة فكمية أعداد الركعات وكيفيتها مفوضة إليه مالم يأت بما منعه الشارع صراحة أو إشارة . (الآثار المرفوعة : ۱/ ۸۱، دار الكتب العمية).

۹۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں:

وذكروا في فضل هذه الليلة أخباراً كثيرة . (روح المعانى : ۱۳/ ۱۱۰).

۱۰۔ شیخ عبدالحق محدثِ دہلویؒ فرماتے ہیں:

فإذا احياء ه الرجل لنفسه فالظاهر ندبه للأحاديث السابقة ومثلها يعمل به فى فضائل وقال به الأوزاعى . (ما ثبت بالسنة، ص ۳٦۰).

۱۱۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

هذه الليلة ليلة البراء ة وصح الروايات في فضل ليلة البراء ة وأما ما ذكر أرباب الكتب من الضعاف والمنكرات فلا أصل لها . (العرف الشذى : ۲/ ۱۷۲، كتاب الصوم ، باب ماجاء فى ليلة النصف من شعبان).

دیگر اکابر علمائے دیوبند کے ہاں بھی شبِ براءت کی فضیلت مسلم ہے۔ ہاں مساجد میں اجتماعی ہیئت کے ساتھ عبادت وغیرہ سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اکابر کی تصریحات درجِ ذیل کتب میں دیکھی جاسکتی ہیں: (کفایت المفتی: ۲/ ۳۱۹، ومظاہر حق جدید: ۱/ ۸۴۹، ط: دارالاشاعت کراچی، وبہشتی زیور حصہ ششم ص ٦۰، ومکتوباتِ شیخ الاسلام: ۴/ ۷۸، ومعارف القرآن: ۷/ ۵۸۷، وآپ کے مسائل اوران کا حل: ۱/ ۱۲۳، وفتاویٰ محمودیہ: ۵/ ۴۷۲، جامعہ فاروقیہ، واحسن الفتاویٰ: ۱/ ۳۷۱، ودرس ترمذی: ۲/ ۵۷۹، وتبلیغی واصلاحی مضامین از مولانا مفتی عاشق الٰہی بلندشہری: ٦/ ۱۰۰)۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر۵: اکثر لوگ بہت اہتمام سے پندرہویں شعبان کی رات قبرستان جاتے ہیں، اور اپنے رشتہ داروں اور بزرگوں کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں، کیا یہ احادیث وروایات سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور فقہاء اس سلسلہ میں کیا کہتے ہیں؟

الجواب: شبِ براءت یعنی پندرہویں شعبان کی رات میں قبرستان جانا اور مرحومین کی زیارت کرنا، ایصالِ ثواب کرنا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا مستحب ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اگرچہ روایت ضعیف ہے، تاہم محدثین کے نزدیک بابِ فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا درست ہے، لیکن چونکہ پوری حیاتِ طیبہ میں صرف ایک مرتبہ پندرہویں شعبان میں قبرستان جانا ثابت ہے، اس لیے سنت کا درجہ نہ دیا جائے اور اس کا التزام بھی نہ کرنا چاہیے، نیز خرافات وغیرہ سے بھی اجتناب کرنا ضروری ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

عن عائشة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها، قالت: فقدت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ليلة فخرجت فإذا هو بالبقيع، فقال: أكنت تخافين أن يحيف اللّٰه عليك ورسوله ؟ قلت: يا رسول اللّٰه إني ظننت أنك أتيت بعض نسائك ، فقال: إن اللّٰه عزوجل ينزل ليلة النصف من شعبان إلى السماء الدنيا فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلب. وفى الباب عن أبى بكر الصديق . قال أبوعيسىٰ: حديث عائشةؓ لا نعرفه إلا من هذا الوجه من حديث الحجاج وسمعت محمداً يضعف هذا الحديث وقال يحيى بن أبي كثير لم يسمع من عروة والحجاج بن أرطاة لم يسمع من يحيى بن أبي كثير. (سنن الترمذی، رقم؛ ۷۳۹، باب ماجاء في ليلة النصف من شعبان).

وأخرجه أيضاً: ابن ماجه ، رقم؛ ۱۳۸۹ ،باب ما جاء في ليلة النصف من شعبان، وأحمد في مسنده ، رقم: ۲۶۰۱۸، وعبد بن حميد في مسنده ، رقم: ۱۵۰۹، والبيهقى فى شعب الإيمان :۳/۳۸۰/۳۵۴۴، والدارقطنى فى النزول ، رقم: ۷۳.

قال الشيخ شعيب: إسناده ضعيف لضعف حجاج بن أرطاة و لانقطاعه . (التعليقات على مسنداحمد،رقم:۲۶۰۱۸).

الآثار المرفوعه فى الأخبار الموضوعه میں علامہ عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں:

لا كلام في استحباب إحياء ليلة البراءة بما شاء من العبادات و بأداء التطوعات فيها كيف شاء لحديث ابن ماجه والبيهقي في شعب الإيمان عن علي ﷛ مرفوعاً ، ...ومن أمثلها حديث عائشةؓ قالت: فقدت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فخرجت فإذا هو بالبقيع ... وفى الباب أحاديث أخر أخرجها البيهقي وغيره على ما بسطها ابن حجر المكيؒ فى الإيضاح والبيان ، دالة على أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أكثر في تلك الليلة من العبادة والدعاء وزار القبور ودعا للأموات. (الآثار المرفوعة : ۱/۸۱، دارالكتب العمية).

فتاویٰ ہندیہ میں مرقوم ہے:

وأفضل أيام الزيارة أربعة يوم الاثنين والخميس والجمعة والسبت والزيارة يوم الجمعة بعد الصلاة حسن و يوم السبت إلى طلوع الشمس ويوم الخميس في أول النهار و قيل في آخر النهار وكذا فى الليالى المتبركة لا سيما ليلة براءة . (الفتاوى الهندية: ۵/۳۵۰).

بہشتی زیور میں مرقوم ہے:

شبِ براءت کی اصل اتنی ہے کہ پندرہویں رات اور پندرہواں دن اس مہینہ کا بہت بزرگی والا ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کو

جاگنے اور دن کو روزہ رکھنے کی ترغیب دلائی ہے اور اس رات ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قبرستان میں تشریف لے جا کر مردوں کے لیے بخشش کی دعا مانگی ہے۔(بہشتی زیور:۶/۶۰،ط: مکتبہ مدنیہ)۔

عمدۃ الفقہ میں مذکور ہے:

شبِ براءت میں اور ذی الحجہ کے دس دنوں میں اور عیدین میں اور عشرہ محرم میں بھی قبروں کی زیارت کرنا افضل ہے۔(عمدۃ الفقہ:۲/۳۸،ط: زوار اکیڈمی)۔

سوال نمبر ۶: اکثر خواتین پندرہویں شعبان کے دن مختلف قسم کے کھانے اور حلوے، مٹھائیاں بناتی ہیں اور بچوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کرتی ہیں، کیا یہ عمل ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب: پندرہویں شعبان کے دن مختلف کھانے بنا کر تقسیم کرنا کہیں ثابت نہیں، ہاں اگر ان خواتین کا عام معمول ہے کہ دوسرے دنوں میں بھی بنا کر تقسیم کرتی رہتی ہیں تو ۱۵ شعبان کے دن بھی جائز ہے ورنہ خاص اس دن کی وجہ سے تقسیم کرنا رسم ورواج میں داخل ہوگا، اس کا ترک کرنا ضروری ہے۔

مسلم شریف کی حدیث میں ہے:

عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها ، قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : من أحدث في أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد . (رواه مسلم ، ۱۷۱۸ ،باب نقض الاحکام الباطلة).

فتاویٰ محمودیہ میں مرقوم ہے:

جو چیز شرعاً ضروری نہ ہو اس کو ضروری سمجھنا اور امر مباح کے ساتھ واجب یا سنت جیسا معاملہ کرنا درست نہیں، اس سے وہ چیز مکروہ ہو جاتی ہے۔ **کل مباح یؤدی إلی زعم الجهال سنیة أمر أو وجوبه ، فهو مکروه کتعیین السورة للصلاة وتعیین القراءة لوقت ، کذا فی تنقیح الفتاوی الحامدیة** (۲/۳۳۳) بلکہ امر مستحب پر بھی اصرار کی اجازت نہیں، **الإصرار علی المندوب یبلغه إلی حد الکراهة**، ان تصریحات کی وجہ سے شبِ براءت کے حلوے کو منع کیا جاتا ہے، جو صاحب اس کے منع کو خواہ مخواہ کہتے ہیں غالباً ان کے ذہن میں مذکورہ تصریحات نہیں ورنہ خواہ مخواہ ایسی بات نہ کہتے۔(فتاویٰ محمودیہ:۵/۴۸۰،جامعہ فاروقیہ)۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں: اس کو عید سمجھ کر ثواب کی نیت سے چاول کا حلوہ بنانا بے اصل اور غلط ہے۔(فتاویٰ محمودیہ:۵/۴۸۲،جامعہ فاروقیہ)۔

کفایت المفتی میں مذکور ہے:

سوال: کیا صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ اربعہ، محدثین اور عہدِ اول کے مسلمانوں میں شبِ براءت کا حلوہ مقرر تھا؟ کیا فقہاء نے بھی کہیں شبِ براءت کے حلوے کا ذکر کیا ہے؟ الجواب: سلفِ صالحین اور ائمہ مجتہدین سے اس کا ثبوت نہیں۔(کفایت المفتی:۲/۳۲۰)۔

سوال نمبر ۷: شبِ براءت میں آتش بازی اور چراغاں اور مسجدوں کو سجانا شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: شبِ براءت کے موقع پر شریعت نے مختلف عبادات مثلاً: نوافل، تلاوت، ذکر وتسبیحات، دعا، استغفار وغیرہ کی ترغیب دی ہے، آتش بازی، چراغاں اور مسجدوں کو سجانے کی ترغیب نہیں دی، لہٰذا یہ سب چیزیں ممنوع اور قابل ترک ہیں، ہاں مسجدوں کی صفائی ستھرائی اور خوشبو جلانا تا کہ نمازیوں راحت پہنچے یہ درست ہے۔ مسلم شریف میں ہے:

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها ، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد . (رواه مسلم ، ۱۷۱۸ ،باب نقض الاحكام الباطلة).

وعن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ قال: رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم نخامة في قبلة المسجد ، فغضب حتى احمر وجهه ، فقامت امرأة من الأنصار فحكتها وجعلت مكانها خلوقاً ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما أحسن هذا. (سنن النسائی : ۵۲/۲) .

وفي رواية لابن ماجه عن واثلة بن أسقع أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: جنبوا مساجدكم صبيانكم...واتخذوا على أبوابها المطاهر، وجمروها في الجمع . (سنن ابن ماجه،رقم: ۷۵۰، اسناده ضعيف).

تنقيح الفتاوى الحامديه میں مرقوم ہے:

من البدع المكروه ما يفعل في كثير من البلدان من إيقاد القناديل الكثيرة العظيمة السرف في ليال معروفة من السنة كليلة النصف من شعبان فيحصل بذلك مفاسد كثيرة منها مضاهاة المجوس في الاعتناء بالنار في الإكثار منها ومنها إضاعة المال في غير وجهه ومنها ما يترتب على ذلك من الفاسد من اجتماع الصبيان وأهل البطالة ولعبهم ورفع أصواتهم وامتهانهم المساجد وانتهاك حرمتها وحصول أوساخ فيها وغير ذلك من المفاسد التي يجب صيانة المسجد عنها شرح المهذب للإمام النووي رحمہ اللہ وصرح أئمتنا الأعلام رحمہم اللہ بأنه لا يجوز أن يزاد على سراج المسجد سواء كان في شهر رمضان أو غيره لأن فيه إسرافاً كما في الذخيرة وغيرها. (تنقيح الفتاوى الحامدية: ۳۵۹/۲).

فتاوی اللکنوی میں مرقوم ہے:

الاستفسار: إسراج السرج الكثيرة الزائد عن الحاجة ليلة البراءة أو ليلة القدر في الأسواق، والمساجد كما تعارف في أمصارنا هل يجوز؟ الاستبشار: هو بدعة كذا في خزانة الروايات عن القنية . (فتاوى اللكنوى،ص ۱۹۱).

مزید ملاحظہ ہو: (الفتاوى الهندية: ۴۶۱/۲، وقنية المنية ،ص۱۰۷ ، وغمزعيون البصائر: ۱۹۲/۳).

فتاویٰ محمودیہ میں مذکور ہے:

رات میں نفلی عبادت کرنا، پھر دن میں روزہ رکھنا، موقع مل جائے تو چپکے سے قبرستان جا کر مردوں کے لیے دعائے خیر کرنا، یہ کام تو کرنے کے ہیں، باقی آتش بازی چلانا، نفل کی جماعت کرنا، قبرستان میں جمع ہو کر تقریب کی صورت بنانا، حلوہ کا التزام کرنا وغیرہ اور جو غیر ثابت امور رائج ہوں وہ سب ترک کرنے کے ہیں... شبِ قدر، شب براءت کے لیے شریعت نے عبادت، نوافل، تلاوت، ذکر، تسبیح، دعا، استغفار کی ترغیب دی ہے، پھول وغیرہ سے (مسجد) سجانے کی ترغیب نہیں دی... البتہ مسجد میں خوشبو کی ترغیب آئی ہے تاکہ نمازیوں کو اذیت نہ پہونچے بلکہ راحت پہونچے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۵۳/۳-۲۶۳، جامعہ فاروقیہ)۔

سوال نمبر ۸: شبِ براءت میں اگر پوری رات نہ جاگا جائے بلکہ دوسری راتوں سے کچھ زیادہ عبادت کی جائے تو یہ عبادت بھی قیام اللیل میں محسوب ہوگی یا نہیں؟

الجواب: مبارک راتوں میں جہاں عبادت کی فضیلت آئی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا پوری رات ہی عبادت کی جائے بلکہ رات کے کچھ

حصہ میں عبادت، تلاوت وغیرہ کرلیا جائے تو اس سے ثواب اور فضیلت حاصل ہوجائے گی اور قیام اللیل کے زمرہ میں شامل ہوجائے گا، حدیث شریف میں ہے کہ جس نے عشا کی نماز جماعت سے ادا کی اس نے آدھی رات قیام کیا پھر فجر بھی جماعت سے ادا کرلی تو گویا پوری رات عبادت کی، یعنی پوری رات نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل ہوگئی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

عن عبد الرحمن بن أبي عمرة ، قال: دخل عثمان بن عفان المسجد بعد صلاة المغرب فقعد وحده فقعدت إليه فقال يا ابن أخي سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من صلى العشاء في جماعة فكأنما قام نصف الليل ومن صلى الصبح في جماعة فكأنما صلى الليل كله . (رواہ مسلم: ۱/۴۵۴).

وفي رواية لأبي داود عنه أنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى العشاء في جماعة كان كقيام نصف ليلة ومن صلى العشاء والفجر في جماعة كان كقيام اليلة . (سنن ابی داود: ۱/۲۱۷، بیروت).

شعبان وشبِ براءت کے فضائل واحکام میں مذکور ہے:

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ: اب قابل غور بات یہ ہے کہ کون سے حصہ شب میں جاگنا زیادہ بہتر ہے، اس کا فیصلہ قرآن سے بھی ہوتا ہے اور حدیث سے بھی، کیونکہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیری شب میں جاگنا اشد ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **إن ناشئة الليل هي أشد وطأ وأقوم قيلاً** . اور حدیث سے اس کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے چنانچہ آخری شب کی فضیلت میں بکثرت احادیث وارد ہیں اور قواعدِ عقلیہ بھی اس پر شاہد ہیں کیونکہ وہ وقت سونے کا ہے اور سونے کا ترک کرنا مشکل ہے... اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اخیر حصہ رات کا افضل ہے۔ لیکن اگر کسی کے لیے اس حصہ میں جاگنا دشوار ہو وہ اول ہی شب میں عبادت کرکے فضیلت حاصل کرلے، جس کا ادنی درجہ یہ ہے عشا ہی تک عبادت میں مشغول رہیں، رات بھر جاگنے کی ضرورت نہیں بلکہ اچھا بھی نہیں کیونکہ حدیث میں ہے: **أحب الأعمال إلى الله أدومها**، سو شعبان کی شب میں اتنا جاگنا چاہیے جس پر نباہ ہوسکے۔ (شعبان کے فضائل واحکام، ص ۱۳۶، ط: ادارہ غفران پاکستان)۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں کہ: جناب باری عزاسمہ کی توجہ اس عالم اور اس کے رہنے والوں کی طرف (شعبان کی پندرہویں رات میں بہ نسبت اور راتوں کے زیادہ مبذول ہوتی ہے، اس لیے مناسب سمجھا گیا کہ بہ نسبت اور راتوں کے انسان بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں زیادہ حصہ لیں اور اس کی رحمت کو جس قدر بھی ممکن ہو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کریں، اس لیے اس شب کو نوافل، قراءتِ قرآن، ذکرودعا سے معمور کریں، چاہے تمام رات ہو یا اکثر حصہ یا کچھ حصہ، نہ کوئی خاص عبادت متعین ہے، اور نہ کوئی وقت معین ہے اس شب میں اپنے لیے، اپنے بڑوں کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام: ۴/۷۸)۔

مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

یہ بتاؤ کہ کیا اللہ تعالیٰ کے یہاں تمہارے گھنٹے شمار ہوتے ہیں کہ تم نے مسجد میں کتنے گھنٹے گزارے؟ وہاں گھنٹے شمار نہیں ہوتے وہاں تو اخلاص دیکھا جاتا ہے، اگرچہ لمحات بھی اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ میں میسر آگئے تو وہ چند لمحات ہی ان شاء اللہ بیڑا پار کردیں گے۔ (شب براءت کی حقیقت، ص ۱۷)۔

شعبان وشبِ براءت کے فضائل واحکام میں لکھا ہے:

اس رات میں تمام رات جاگنا ضروری نہیں، اگر کوئی اس رات میں گناہوں سے بچتے ہوئے دوسرے دنوں کی بہ نسبت تھوڑی سی زیادہ عبادت کرلے اس کو بھی اس رات کی فضیلت کا حصہ حاصل ہوجائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں گھنٹے شمار نہیں ہوتے، بلکہ اخلاص دیکھا جاتا ہے، اگر اخلاص کے ساتھ چند لمحات بھی اللہ تعالیٰ کے خاص دربار میں میسر آگئے تو وہ بہت بڑی نعمت اور دولت ہیں۔ (شعبان وشبِ براءت کے فضائل، ص ۱۳۴)۔

سوال نمبر۹: کیا اس رات کا نام لیلۃ البراءت روایات سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور لیلۃ البراءت کا کیا مطلب ہے؟

الجواب: کتبِ احادیث کی ورق گردانی سے پتا چلتا ہے کہ لیلۃ البراءت کا لفظ کسی مرفوع حدیث میں موجود نہیں ہے البتہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف منسوب ایک اثر میں موجود ہے، عام طور پر احادیث میں اس شب کو لیلۃ النصف من شعبان سے موسوم کیا گیا ہے۔

لیلۃ البراءت؛ یہ عربی لفظ ہے جو لیلۃ اور براءۃ سے مرکب ہے لیلۃ کے معنی ہیں رات، اور براءۃ، چھٹکارے کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہوگا کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے بے شمار گنہگاروں اور مجرموں کو جہنم کی آگ سے خلاصی وچھٹکارملتا ہے اوران کی بخشش کردی جاتی ہے۔

علماء نے اپنی تصنیفات وتالیفات میں اس رات کو مختلف القاب سے یاد کیا ہیں:

۱۔ **لیلۃ مبارکۃ**، برکت والی رات۔ (تفسیر الکشاف:۲۵۶/۶، سورۃ الدخان)۔

لیکن قرآنِ کریم میں لیلۃ مبارکۃ سے مراد لیلۃ القدر ہے اور جن حضرات نے سورۂ دخان میں لیلۃ مبارکۃ سے لیلۃ نصف شعبان مراد لیا، تو محققین مفسرین نے ان کی تردید فرمائی۔ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں: **وجمهور العلماء على أنها ليلة القدر وفيهم من قال: إنها ليلة النصف من شعبان، وهو باطل، لأن اللّٰه تعالىٰ يقول في كتابه الصادق القاطع: شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن، فنص على أن ميقات نزوله رمضان ثم عين من زمانه الليل ههنا بقوله في ليلة مباركة فمن زعم أنه في غيره فقد أعظم الفرية على اللّٰه**. (تفسیر القرطبی:۱۱۰/۱۶، الدخان:۴)۔

۲۔ **ليلة الرحمة**، رحمتِ خاصہ کے نزول کی رات۔ (التفسیر الکبیر:۶۵۳/۲۷، وفیض القدیر للشیخ المناوی)۔

۳۔ **ليلة الصک**، دستاویز والی رات۔ (التفسیر الکبیر:۶۵۳/۲۷، وعمدۃ القاری:۴۱۶/۲)۔

۴۔ **ليلة البراءة**، چھٹکارے کی رات۔ (مرقاۃ المفاتیح:۹۶۹/۳، وتفسیر العز بن عبدالسلام:۴۷۳/۳، والتوضیح شرح مشکاۃ المصابیح:۵۷۲/۱۳، وعمدۃ القاری:۴۱۶/۲)۔

وكان ابن عباس رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما يسميها ليلة التعظيم وليلة النصف من شعبان ليلة البراءة وليلتى العيدين ليلة الجائزة. (تفسیر العز بن عبدالسلام:۴۷۳/۳، وکذا النکت والعیون:۳۱۳/۶)۔

۵۔ **ليلة المغفرة**، بخشش والی رات۔ (**إن اللّٰه تعالىٰ يغفر لعباده فيها كما جاء فى الأحاديث**)۔

۶۔ **ليلة العتق**، جہنم سے آزادی کی رات۔ (روح المعانی، سورۃ الدخان، والتفسیر الکبیر:۶۵۳/۲۷)۔

القاموس الوحید میں مرقوم ہے: **البراءة**: چھٹکارا، صفائی۔ (القاموس الوحید:۱۵۷/۱)۔

سوال نمبر۱۰: شعبان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت روزے رکھتے تھے، اس کی کیا حکمت ہے؟

الجواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہِ شعبان المعظم میں بکثرت روزے رکھنے کی علمائے کرام نے متعدد حکمتیں اور اسباب ذکر فرمائے ہیں: درجِ ذیل چند ملاحظہ کیجیے:

۱۔ ماہِ شعبان المعظم کے خصوصی فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں، ان کے پیشِ نظر۔

۲۔ اس ماہ میں بندوں کے اعمال اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں، جیسا کہ ماقبل میں مذکور ہوا۔

۳۔ اس ماہ میں بکثرت روزے رکھ کر آپ رمضان المبارک کا بہتر طریقہ پر استقبال فرماتے ہیں، گویا یہ ماہ رمضان کی برکات وانوارات کا پیش خیمہ اور مقدمہ ہے۔

۴۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روزے رکھنا امت کی تعلیم کی بنا پر تھا تا کہ آپ کو دیکھ کر اور لوگ بھی روزے رکھیں اور رمضان المبارک کے لیے تیار ہوجائیں، ورنہ ایک دم سے رمضان المبارک کے روزے رکھنا مشکل ہوتا ہے جبکہ پہلے سے اس کی عادت نہ ہو۔

۵۔بعض علماء نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات کی موافقت میں روزے رکھتے تھے، کیونکہ ازواجِ مطہرات اس ماہ میں قضا روزے رکھتی تھیں۔

احادیثِ مبارکہ سے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں: صحیح ابن خزیمہ میں ہے:

عن أنس رضی اللہ عنہ قال: سئل النبي صلى الله عليه وسلم: أى الصوم أفضل بعد رمضان ؟ فقال: شعبان لتعظيم رمضان ، قيل : فأى الصدقة أفضل؟ قال: صدقة في رمضان : هذا حديث غريب ، وصدقة بن موسى ليس عندهم بذک القوى . (سنن الترمذی : ۴۲/۳).

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها تقول: كان أحب الشهور إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يصومه شعبان ثم يصله برمضان . (رقم:۲۰۷۷). إسناده صحيح.

وعن أبى هريرة رضی اللہ عنہ أن عائشةؓ حدثتهم أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصوم شعبان كله قالت: يارسول الله أحب الشهور إليک أن تصومه شعبان، قال: إن الله يكتب على كل نفس ميتة تلک السنة فأحب أن يأتيني أجلي وأناْ صائم . (مسند أبى يعلى ، رقم: ۴۹۱۱). قال حسين سليم أسد: إسناده ضعيف .

وعن أسامة بن زيد رضی اللہ عنہ، قال: قلت: يارسول الله ، رأيتک تصوم في شعبان صوماً لا تصومه في شيء من الشهور ، إلا فى شهر رمضان ؟ قال: ذلک شهر يغفل الناس عنه ، بين رجب وشهر رمضان ، ترفع فيه أعمال الناس ، فأحب أن لايرفع لى عملي إلا وأناْ صائم . (مصنف ابن ابى شيبة : ۳۳۸/۲). قال الشيخ محمد عوامة: إسناده حسن من أجل ثابت من قيس .

فتح الباری میں حافظ صاحبؒ فرماتے ہیں:

واختلف فى الحكمة في إكثاره صلى الله عليه وسلم من صوم شعبان، فقيل: كان يشتغل عن صوم الثلاثة أيام من كل شهر لسفر أو غيره فتجتمع فيقضيها فى شعبان...وقيل: كان يصنع ذلک لتعظيم رمضان وورد فيه حديث آخر...وقيل : الحكمة في إكثاره من الصيام في شعبان دون غيره أن نسائه كن يقضين ما عليهن من رمضان في شعبان ...الخ . (فتح البارى : ۲۱۴/۴، باب صوم شعبان).

خطباتِ حکیم الامت میں مرقوم ہے:

صومِ شعبان کی حکمت: رمضان سے پہلے نصف شعبان کا روزہ مشروع ہونے کی یہ بھی ایک حکمت ہے کہ روزہ سے گو یہ مناسبت ہو جائے اس کے بعد جب رمضان آئے گا تو روزہ کا اثر زیادہ نہ ہوگا بلکہ دل یوں کہے گا کہ جیسا شعبان کا روزہ تھا ویسا ہی رمضان کا ہوگا اس سے زیادہ کیا ہوگا چنانچہ بحمد للہ اب رمضان کے روزہ کا اثر زیادہ نہیں ہوا گو کسی قدر ضرور ہوا۔ (خطبات حکیم الامت:۴۳۱/۱۶)۔

سوال: نمبر۱۱: میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو اس رات (یعنی ۱۵ شعبان) میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اتارا، کیا یہ بات صحیح ہے؟ کیا قرآنِ کریم سے اس رات کی فضیلت ثابت ہے یا نہیں؟ إنا أنزلناه فى ليلة مباركة إنا كنا منذرين فيها يفرق كل أمر حكيم أمراً من

عندنا إنا كنا مرسلين . اس رات کے بارے میں نازل ہوئی یا لیلۃ القدر کے بارے میں؟

الجواب: جمہور علمائے کرام کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر شبِ قدر میں نازل فرمایا، نیز سورۂ دخان کی آیتِ کریمہ: ﴿ إنا أنزلناه في ليلة مباركة ﴾ میں لیلۃ مبارکۃ سے جمہور مفسرین کے نزدیک شبِ قدر مراد ہے، ہاں بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ لیلۃ مبارکۃ سے شبِ براءت مراد ہے، لیکن یہ قول مرجوح اور غیر مشہور ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ شبِ براءت کی کوئی فضیلت نہیں، متعدد احادیث سے شبِ براءت کی فضیلت ثابت ہے، اکثر روایات کا تذکرہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔ ہاں قرآنِ کریم سے اس کی فضیلت کو ثابت کرنا مشکل ہے۔

دلائل ملاحظہ فرمائیں: امام فخر الدین رازیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وسمى ليلة القدر مباركة ، إنا أنزلناه في ليلة مباركة ، فالقرآن ذكر ، أنزله ملك مبارك ، في ليلة مباركة ، على نبى مبارك ، لأمة مباركة .

كيف الجمع بين هذه الآية على هذا القول ، وبين قوله تعالىٰ : ﴿ إنا أنزلناه فى ليلة القدر ﴾ [القدر: ۱] وبين قوله : ﴿إنا أنزلناه في ليلة مباركة ﴾[الدخان:۳]،

والجواب: روى أن ابن عمر ﷺ استدل بهذه الآية وبقوله : ﴿إنا أنزلناه فى ليلة القدر﴾ إن ليلة القدر لا بد وأن تكون في رمضان ، وذلك لأن ليلة القدر إذا كانت في رمضان كان إنزاله في ليلة القدر إنزالاً له في رمضان ، وهذا كمن يقول: لقيت فلاناً في هذا الشهر فيقال له، في أى يوم منه فيقول: يوم كذا فيكون ذلك تفسيراً للكلام الأول فكذا ههنا.
(التفسير الكبير: ۱/ ۷۷۰،ط:داراحياء التراث).

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

قوله تعالىٰ: الذى أنزل فيه القرآن، نص في أن القرآن نزل في شهر رمضان، وهو يبين قوله عزوجل:حم والكتاب المبين إنا أنزلناه في ليلة مباركة ، يعنى ليلة القدر ، ولقوله تعالىٰ : إنا أنزلناه فى ليلة القدر ، وفى هذا دليل على أن ليلة القدر إنما تكون في رمضان لا في غيره ، ولا خلاف أن القرآن أنزل من اللوح المحفوظ ليلة القدر ... (الجامع لاحكام القرآن :۲/۲۹۷).

تفسیر المظہری میں مذکور ہے:

إنا أنزلناه يعنى القرآن، في ليلة مباركة لما فيها نزول القرآن السبب للمنافع الدينية والدنيوية وفيها نزول الملائكة والرحمة وإجابة الدعاء وهي ليلة القدر كذا قال قتادة ، وابن زيد قالا : أنزل الله القرآن فى ليلة القدر من أم الكتاب إلى السماء الدنيا...وما قيل إنها ليلة النصف من شعبان فليس بشيء . (التفسيرالمظهرى ،سورة الدخان).

روح المعانی میں مذکور ہے:

في ليلة مباركة هي ليلة القدر على ماروى عن ابن عباسؓ وقتادة وابن جبير ومجاهد، وابن زيد والحسن وعليه أكثر المفسرين والظواهر معهم . (روح المعانى ، سورة الدخان).

المدخل میں ابن الحاج مالکیؒ نے لکھا ہے: المشهور منهما أنها ليلة القدر . (المدخل : ۱/ ۲۹۹).

التفسیر الکبیر میں مرقوم ہے:

أما الأولون فقد احتجوا على صحة قولهم بوجوه : أولها : أنه تعالىٰ قال: إنا أنزلناه في ليلة القدر ، وههنا قال: إنا أنزلناه

في ليلة مباركة ، فوجب أن تكون هذه الليلة المباركة هي تلك المسماة بليلة القدر لئلا يلزم التناقض. وثانيها: إنه تعالىٰ قال: شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن، [البقرة:۸۵]، فبين أن إنزال القرآن إنما وقع في شهر رمضان، وقال ههنا: إنا أنزلناه في ليلة مباركة ، فوجب بأن تكون هذه الليلة واقعة في شهررمضان وكل من قال: إن هذه الليلة المباركة واقعة فى شهر رمضان ، قال: إنها ليلة القدر ، فثبت أنها ليلة القدر ...(التفسير الكبير: ۲۳۸/۱۴،سورة الدخان).

حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ نے بیان القرآن میں لکھا ہے:

بعض نے لیلۃ مبارکۃ کی تفسیر لیلۃ البراءۃ سے کی ہے،اس بناپر کہ روایات میں اس کی نسبت بھی واقعاتِ سالانہ کا فیصلہ ہونا آیا ہے،لیکن چونکہ کسی روایت میں اس میں قرآن کا نزول وارد نہیں،اورشبِ قدر میں نزول خود قرآنِ کریم میں مذکور ہے: إنا أنزلناه في ليلة القدر ،اس لیے یہ تفسیر صحیح نہیں معلوم ہوتی ۔(بیان القرآن:۹۹/۱۰)۔

وللاستزادة راجع: (الدرالمنثور: ۴۵۴/۱،وتفسيرابن كثير: ۵۰۱/۱،والجامع لاحكام القرآن:۲۹۷/۲).

نیزاحادیثِ کثیرہ میں بھی اس بات کی تصریح موجود ہے کہ لیلۃ مبارکۃ سے لیلۃ القدرمراد ہے۔درجِ ذیل کتبِ حدیث میں ملاحظہ فرمائیں:

(المستدرك للحاكم :۴۸۷/۲،رقم:۳۶۷۸،واسناده صحيح على شرط مسلم ،والمعجم الكبير: ۳۹۱/۱۱،وفضائل الاوقات للبيهقى،ص ۲۱۵،وشرح معانى الآثار:۹۳/۳). واللہ ﷻ اعلم۔

سوال نمبر۱۲: شعبان کے بارے میں اردو میں جو رسالے لکھے گئے ہیں، برائے مطالعہ یا دوست احباب کو بتلانے کے لیے،ان میں چند کی نشاندہی فرمادیں؟

الجواب: شبِ براءت کے فضائل اوراحکام سے متعلق درجِ ذیل چند مشہور رسائل کا مطالعہ مفید ہے:

۱۔سال بھر کے مسنون اعمال،ازحکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔(ص:۱۷،ط:ادارہ اسلامیات لاہور)۔

۲۔شبِ براءت،ازمفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی۔(ط:مرغوب بکڈپودیوبند)۔

۳۔شبِ براءت کی حقیقت،ازمفتی محمد تقی عثمانی صاحب۔(ط:میمن اسلامک پبلشرز)۔

۴۔شعبان المعظم،ازحافظ تنویر احمد شریفی۔(ط:مکتبہ رشیدیہ)۔

۵۔بارہ مہینوں کے فضائل واحکام،ازمفتی سید عبدالکریم گمتھلوی مجاز بیعت حکیم الامت۔(ص۳۰،ط:ادارہ اسلامیات لاہور)۔

۶۔شعبان وشبِ براءت کے فضائل واحکام،ازمفتی محمد رضوان۔(ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان)۔

فقط والسلام۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

دارالافتاء، دارالعلوم زکریا،لینیشیا،جنوبی افریقہ